© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اچھا ہی ہوا کہ اُتر پردیش میں ذبیحۂ گاؤ قانوناً ممنوع ہو گیا۔ البتہ رنج اس کا ہے کہ جب یہ ہونا ہی تھا تو پہلے ہوتا تاکہ فریب خوردگانِ عنوانِ وفا کو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے جن جانی و مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے وہ پیش نہ آتے۔

میں بھی گھٹ گھٹ کے نہ مرتا جو زباں بدلے
خنجر اک تیز سا ہوتا مرے خونخوار کے پاس

اگر کوئی آپ سے سوال کرے کہ لندن میں کون سی زبان بولی جاتی ہے۔ اور پیرس کے لوگ کون سی زبان میں گفتگو کرتے ہیں؟ تو آپ اس کا جواب یہی دیں گے ناکہ لندن میں انگریزی اور پیرس میں فرنچ بولی جاتی ہے۔ اگر اسی طرح چند سال پہلے آپ سے یہ دریافت کیا جاتا کہ لکھنؤ اور دلی کی زبان کیا ہے؟ تو کیا آپ کو یا کسی اور کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ کہنے میں تامل ہوتا کہ ان دونوں کی زبان اُردو ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن انقلاب اس کو کہتے ہیں کہ چند برسوں کے اُلٹ پھیر میں ہی جو بات کل تک روزِ روشن کی طرح صاف اور واضح تھی اور جو دو اور دو چار کی طرح بدیہی تھی۔ وہ آج اس قدر پیچیدہ اور ناقابل فہم ہو گئی ہے کہ اب اس پر لاکھ دلائل لایئے۔ ہزار ثبوت پیش کیجئے مگر وہ کسی کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ یہ سمجھ میں نہ آنا اس لئے نہیں ہے کہ اُردو زبان کچھ بدل گئی یا وہ کچھ سے کچھ بن گئی ہے۔ وہ آج بھی وہی ہے جو پریم چند، رتن ناتھ سرشار دیا شنکر اور برالمکند کے زمانہ میں تھی۔ اس میں وہی معصومیت کے ساتھ طرحداری اور سادگی کے ساتھ پُرکاری اب بھی ہے جو جوالا پرشاد۔ ہرگوپال۔ اور دیا نرائن کے عہد میں تھی اور جس کی وجہ سے گھروں کے اندر مائیں اپنے بچوں کو لوریاں اسی زبان میں دیتی تھیں۔ دلی اور لکھنؤ کی گلیوں میں بچے اسی زبان میں گیت گاتے پھرتے تھے۔ ہندو اور مسلمان۔ امیر اور غریب عالم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاہل۔ سرکاری اور غیر سرکاری۔ عورت اور مرد۔ بوڑھے اور جوان سب اسی زبان میں بولتے گنگناتے اور گاتے تھے۔ البتہ ہاں اس سوال کی پیچیدگی کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا مخاطب وہ شخص ہے جس نے نہ سمجھنے کی قسم کھالی ہے اور جس نے عہد کر لیا ہے کہ آپ جو کچھ کہیں گے اس پر وہ نہیں ضرور کہے گا۔ جب صورتِ حال یہ ہو تو پھر آپ کی بات خواہ کیسی ہی گفتنی ہو آپ اس کے شنیدنی ہونے کی توقع کیسے کر سکتے ہیں؟

لکھنؤ کی نسبت تو آپ نے سن ہی لیا ہوگا کہ ایک موقع پر کہنے والے نے اپنی ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ کہہ دیا کہ وہاں اُردو بولی ہی نہیں جاتی ہے۔ اب دلی کی باری ہے وہاں کی اسمبلی میں اس زبان کا معاملہ درپیش ہے۔ اس کا حشر کیا ہوگا۔ وہ بھی کسی پر مخفی نہیں ہے ممکن ہے کسی کو بعد میں اس کا پچھتاوا ہو کہ

کیا بلا عرضِ مدعا کر کے بات بھی کھوئی التجا کر کے

لیکن اُردو کے قدر دانوں کو اس سے دل شکستہ اور مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ مدعا طلبی کی راہ میں کبھی ایسی منزل بھی آتی ہے جب کہ محض عرضِ مدعا کر گذرنا ہی حصولِ مدعا سے زیادہ لذت بخشِ کام و دہن ہوتا ہے اور ناکام تمنا اپنی ناکامی پر پشیمان و دل گرفتہ نہیں ہوتا بلکہ وہ صاف کہتا ہے ے

افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں لیکن اسے جتا تو دیا جان تو گیا

پارلیمنٹ میں آج کل ہندو وراثت کا بل پیش ہے جس کو پارلیمنٹ کی مقرر کردہ ایک مشترکہ کمیٹی نے تیار کیا ہے۔ اس بل میں تجویز کیا گیا ہے کہ ایک مرد کے مرنے پر اس کی بیٹی۔ بیٹے، ماں اور اس کی بیوہ ان سب کو برابر برابر حصہ دیا جائے اس سلسلہ میں انگریزی کے اخبار اسٹیٹسمین مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء میں ایک ہندو فاضل کا خط چھپا ہے جس میں وہ لکھتا ہے۔

© rasailojaraid.com